روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۲۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۶/۴۱ | منگل ۱۵۔شوال ۱۴۱۱ھ، ۳۰۔شہادت ۱۳۷۰ہش، ۳۰۔اپریل ۱۹۹۱ء | نمبر ۹۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قومی رنگ میں بعض قوموں کی ہلاکت کی دُعا نہ کریں

"یہ دُعا کریں کہ اے خدا! جو مشرق میں تیرے عاجز بندے ہیں۔ اُن کے ساتھ بھی کچھ شرّ وابستہ ہیں اُن کے شرّ کو بھی مٹا دے اور جو مغرب کی عظیم طاقتیں ہیں جو ساری دُنیا پر غالب ہیں۔ اُن کے شرّ کو بھی مٹا دے۔"

(ارشاد سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"اللہ تعالیٰ جیسے یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس سے ڈریں۔ ویسے یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگوں میں علوم کی روشنی پیدا ہووے۔ اور اس سے وہ معرفت کی منزلوں کو طے کر جاویں کیونکہ علومِ حقّہ سے واقفیت جہاں ایک طرف سچّی خشیّت پیدا کرتی ہے، وہاں دوسری طرف ان علوم سے خدا پرستی پیدا ہوتی ہے۔ بعض بدقسمت ایسے بھی ہیں جو علوم میں منہمک ہو کر قضاء و قدر سے دُور جا پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر ہی شکوک پیدا کر بیٹھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو قضاء و قدر کے قائل ہو کر علوم ہی سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ مگر قرآن شریف نے دونوں تعلیمیں دی ہیں اور کامل طور پر دی ہیں۔ قرآنِ شریف علومِ حقّہ سے اس لئے واقف کرنا چاہتا ہے اور اس لئے ادھر انسان کو متوجّہ کرتا ہے کہ اس سے خشیّت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی معرفت میں جوں جوں ترقی ہوتی ہے اسی قدر خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس سے محبّت پیدا ہوتی جاتی ہے اور انسان کو قضاء و قدر کے نیچے رہنے کی اس لئے تعلیم دیتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکّل اور بھروسہ کی صفت پیدا ہو اور وہ راضی برضا رہنے کی حقیقت سے آشنا ہو کر سچّی سکینت اور اطمینان، جو نجات کا اصل مقصد اور منشاء ہے، حاصل کرے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۴۵-۱۴۶)

فضلِ عمر ہسپتال میں چائلڈ سپیشلسٹ کی آمد

مکرم ڈاکٹر شمیم احمد صاحب قاضی چائلڈ سپیشلسٹ اسلام آباد مؤرخہ ۲ رمئی ۱۹۹۱ء بروز جمعرات فضل عمر ہسپتال ربوہ میں تشریف لا رہے ہیں۔ وہ بچّوں کا طبّی معائنہ فرمائیں گے۔ مریضوں کی سہولت کے لئے یہ پروگرام بنایا گیا ہے کہ خواہشمند حضرات یکم مئی تک کسی روز ہسپتال تشریف لا کر وقت حاصل کر لیں۔

(ایڈمنسٹریٹر)

اعلانِ نکاح

مکرم مبشّر احمد صاحب طارق حال کینیڈا ابن مکرم مولوی عبدالعزیز صاحب بھامبڑی کا نکاح عزیزہ ثمیرا بنت مکرم چوہدری محمد سلیم صاحب انجنیئر ساکن ماڈل کالونی کراچی سے بعوض مبلغ ایک لاکھ روپیہ حق مہر مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد نے مورخہ ۱۸ رجنوری ۹۱ء بروز جمعۃ المبارک احمدیہ ہال کراچی میں پڑھا۔ احبابِ کرام اس رشتہ کے ہر جہت سے بابرکت ہونے کی دُعا کریں۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں پہنچائی جانیوالی تکالیف پر صبر کا ایسا نمونہ دکھاؤ جو معجزانہ رنگ رکھتا ہو

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے

"اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی محبّت تمہیں حاصل رہے اور تمہیں وہ کامیابی حاصل ہو جس کامیابی کا وعدہ قرآن کریم نے دیا ہے۔ تو یاد رکھو کہ یہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ خود اپنے فضل اور رحم سے ہدایت کے سامان پیدا نہ کر دے۔ پس کبھی ظالم بننے کی کوشش نہ کرو۔ کبھی ایسے حالات پیدا نہ کر دو کہ دنیا میں، تمہارے ملک میں یا علاقہ یا شہر اور گاؤں میں فسادات پیدا ہو جائیں۔ ہر دکھ کو خدا کے لئے برداشت کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (........آلِ عمران ۱۹۶) جو لوگ اس کی راہ میں ایذا اٹھاتے ہیں۔ تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے رضا کی جنّت کے سامان پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین جزا دینے والا ہے پس یہ تو صحیح ہے کہ یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ مالوں میں بھی امتحان اور ابتلاء کے سامان پیدا کئے جائیں گے اور جانوں کے متعلق بھی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میری راہ بہت دکھ دینے والا کلام سنو گے اور جب تم یہ دکھ دینے والا کلام سنو یا دیواروں پر دکھ دینے والی باتیں لکھی ہوئی دیکھو تو یہ یاد رکھو کہ جنہوں نے میری رضا کی جنت حاصل کرنی ہو (........) جب انہیں میری راہ میں اذیتیں پہنچائی جائیں تو انہیں صبر کرنا چاہیئے اور صبر کا نمونہ اس قسم کا دکھانا چاہیئے کہ وہ معجزانہ رنگ اپنے اندر رکھتا ہو یعنی دنیا یہ دیکھ کر حیران ہو کہ اگر اس سے نصف گالیاں بھی دوسروں کو دی جائیں تو وہ فساد پیدا کر دیتے اور اپنے علاقہ میں قوم کا امن برباد کر دیتے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہو کہ ان لوگوں کو اذیتیں دی جاتی ہیں گالیاں دی جاتی ہیں۔ پھر ان ہستیوں کو بھی جنہیں یہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز اور پیاری سمجھتے ہیں۔ گالیاں دی جاتی ہیں ان کے دلوں کو، ان کے جذبات کو چھلنی چھلنی کر دیا جاتا ہے لیکن یہ لوگ اُف نہیں کرتے۔ مقابلہ پر نہیں آتے۔ گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے۔ فساد پیدا کرنے کی جب کوشش کی جاتی ہے تو یہ اس فساد کی آگ پر تیل نہیں پھینکتے بلکہ اپنے آنسوؤں کا پانی اس کے اوپر پھینکتے ہیں اور اس آگ کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳۔ستمبر ۱۹۶۸ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۳۰ شہادت ۱۳۷۰ہش ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء

بگاڑ کا حل

معاشرے کے ٹھیک ہونے اور بگڑنے کا عمل جاری رہتا ہے۔ بگاڑ بھی آہستہ آہستہ پیدا ہوتا ہے اور ٹھیک بھی آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بگڑنا تو محسوس کئے بغیر۔ اور بغیر کسی سوچی سمجھی کوشش کے۔ اور وہ اس لئے کہ بگاڑ کی باتوں کی تشہیر نہیں ہوتی اور اندر اندر کوئی عمل جاری رہ کر معاشرہ بگڑنے لگتا ہے اور بگڑتا چلا جاتا ہے لیکن معاشرہ کو ٹھیک کرنا ہو اور اس کی برائیوں کو دور کرنا ہو تو اس کے لئے سوچی سمجھی کوشش کرنا پڑتی ہے اس کام کے لئے ارادہ کے ساتھ کوشش کرنا پڑتی ہے۔ کہتے ہیں نا کہ برائی تو نیچے پھسلنے والی بات ہے جس کے لئے کوشش کی ضرورت نہیں اور اچھائی یا نیکی اوپر چڑھنے والی بات ہے جس کے لئے سوچی سمجھی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ زور لگانا پڑتا ہے اور اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ پاؤں پھسل نہ جائے اور اگر کچھ قدم اوپر کی طرف گئے ہیں تو پھسل کر پھر نیچے نہ آجائیں۔

اگر معاشرہ پر گہری نظر رکھی جائے اور یہ تہیہ کر لیا جائے کہ ہر برائی کو جڑ پکڑنے سے پہلے ہی اکھیڑ پھینکا جائے گا تو معاشرہ برائیوں سے پاک رہے گا اور اسے پاک رکھنے میں زور بھی کم لگے گا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ لوگ برائی کا بیج دیکھتے ہیں اسے پودے کی شکل میں تبدیل ہوتا بھی دیکھتے ہیں اور اس کی کونپلیں بھی ان کی آنکھوں کے سامنے نکلتی ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں یہ کوئی بہت بڑی برائی نہیں۔ اور یہی بات اس برائی کے بڑا بننے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اور جب یہ برائی بڑی ہو جاتی ہے، مضبوطی سے جڑ پکڑ لیتی ہے تو اس کا ازالہ مشکل ہو جاتا ہے۔ زیادہ زور لگانے سے بھی دور نہیں ہوتی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ بیج ہی کو کچل دیا جاتا۔ یا اس کی کونپلیں ہی مسل دی جاتیں لیکن ایسا نہیں کیا جاتا۔

حضرت فضل عمر اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے فرماتے ہیں:۔ "تذکیر کا تمام نظام جو قرآن کریم میں ملتا ہے اور جس کو ہم نے سنّت کی شکل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں جاری دیکھا ہے وہاں آپ کو کڑوے پھل کا انتظار کرتے لوگ دکھائی نہیں دیں گے۔"
پس کڑوے پھل کا کبھی انتظار نہ کیا جائے، بیج ہی کو کچلا جائے۔ کونپل ہی کو مسلا جائے تو معاشرہ ٹھیک رہتا ہے۔

بیج بھی آپ نے نہیں مسلا
کونپلوں کی بھی آبیاری کی
کڑوے پھل کا اب انتظار کریں
آپ نے کیوں یہ رازداری کی

ـــــ ابوالاقبال

میرے غم کو تُو نے بس میرا ہی غم رہنے دیا
مَیں اکیلا تھا اکیلے کو سِتم سہنے دیا

غم نہ ہو تو آدمیّت کا سراپا ہے انا
خوب ہے تُو نے مجھے غم ہی صنم رہنے دیا

لمحہ لمحہ مجھ کو اشکوں پر ہی پیار آتا رہا
آنسوؤں کو ہنستے ہنستے یم بہ یم بہنے دیا

کون سُنتا رات کے پچھلے پہر میری پکار
تُو نے سُن کر میری آہوں کا بھرم رہنے دیا

مَیں سمندر پار کی خبروں سے تھا کب آشنا
تیری یاد آتی رہی، آنکھوں کو نم رہنے دیا

تُو اگر خوش ہے تو مَیں بھی خوش رہونگا عمر بھر
مَیں نے کب غم کو تری خوشیوں سے کم رہنے دیا

ہر ورق پر میں نے لکھّی ایک رُودادِ ستم
اور اس تحریر سے لفظِ "سِتم" رہنے دیا

مَیں تو سعیٔ جُستجو کی کر چکا ہوں انتہا
تُو نے کیوں ہر فاصلے کو اتنا کم رہنے دیا

جس کو مَیں ناواقفیت میں سمجھتا تھا خُدا
خود خدا نے میرے دل میں وہ صنم رہنے دیا

مَیں نسیم اس بات سے خوش ہوں نہ مَیں ناراض ہوں
میری ہستی کو مٹایا اور عدم رہنے دیا

نسیم سیفی

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔
"احمدیوں کو زیادہ سے زیادہ قرآن کریم حفظ کرنا چاہیئے۔ اتنی کوشش تو ضرور کرنی چاہیئے کہ کم از کم ایک پارے کے برابر مختلف سورتیں یاد ہوں۔ بچوں کو کم از کم اتنی مختلف سورتیں تو ضرور یاد کروائیں کہ وہ نماز میں مختلف سورتیں بدل بدل کر پڑھ سکیں۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے)

علمی مسائل

فرماتا ہے۔

نوحؑ کی قوم نے بھی نوحؑ کی جو کہ اس وقت سب رسولوں کا قائم مقام تھا تکذیب کی۔ نوحؑ نے ان کو سمجھایا مگر وہ نہ مانے اور پھر بھی بتایا کہ آخر میرے سمجھانے کی غرض کیا ہے۔ میں تم سے کچھ مانگتا تو نہیں۔ میری امید اور میرا توکل تو صرف رب العالمین خدا پر ہے۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور میری اطاعت کرو۔ اطیعون سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کی اطاعت اور شریعت پر عمل جدا جدا چیزیں ہیں۔ اہل قرآن کہا کرتے ہیں۔ (چکڑالوی) کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف قرآن کی اطاعت کا حکم ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم نہیں مگر حضرت نوح علیہ السلام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ادنیٰ نبی تھے کہتے ہیں واطیعون تم میری ذات کی اطاعت بھی کرو تب تمہارا تقویٰ مکمل ہو گا۔ کیونکہ خدا کی تعلق کا پہلا زینہ خدا تعالیٰ کے نبیوں سے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جسطرح تمہارے لئے یہ ناممکن ہے کہ تم چھلانگ لگا کر چھت پر چڑھ سکو اسی طرح تمہارے لئے یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کیطرف راہنمائی کرنے والے وجودوں کو چھوڑ کر خود خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر سکو۔ مگر جس طرح کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ چھت پر بیٹھا ہوا انسان جب دیکھتا ہے کہ کسی پر شیر یا ڈاکو نے حملہ کر دیا ہے تو رسی گرا کر اسکو اوپر کھینچ لیتا ہے۔ اسی طرح کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ کوئی شخص اس سے ملنے کی سچی تڑپ رکھتا ہے۔ لیکن وہ ایسے ماحول میں ہے کہ اسے انبیاء کی راہنمائی میسر نہیں آسکتی تو وہ خود اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ مگر ایسا بہت شاذ ہوتا ہے۔ اور شاذ پر کسی قانون کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی عام قانون یہی ہے کہ جو لوگ خدا نما وجود ہوتے ہیں انہیں کے ذریعے انسان کو روحانی ترقی ملتی ہے اور اس ترقی کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ انسان دنیوی محبتوں کو سرد کر کے ان کی محبت اپنے اوپر غالب کرے۔ جب وہ ان کی محبت کو غالب کر لیتا ہے تو ان کی اطاعت کرنا ان کا نمونہ اختیار کرنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اسوقت وہ یہ نہیں سمجھتا کہ وہ کوئی غیر ہے جسکی میں اقتدا کر رہا ہوں بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے اور اس کا خون میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اسی نکتے کی طرف اپنی قوم کو توجہ دلائی۔ کہ اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کا جواء اپنی گردنوں پر رکھو کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

اولیاء کی کتب میں لکھا ہے کہ ایک شخص مسلمانوں کو سخت دکھ دیا کرتا تھا۔ اور باوجود سمجھانے کے باز نہیں آتا تھا۔ آخر کئی لوگوں نے تنگ آکر اس محلے کو ہی چھوڑ دیا۔ جس میں وہ رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بزرگ حج کر رہے تھے کہ انہوں نے اسی شخص کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ تو کہاں؟ تیرا کام تو سارا دن گانا بجانا اور شرابیں پینا تھا۔ تو کعبہ کا طواف کرنے کیلئے کسطرح آگیا۔ وہ کہنے لگا ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے آپ لوگ مجھے قرآن بھی سناتے اور حدیثیں بھی بتاتے مگر میرے دل پر ذرا بھی اثر نہ ہوتا۔ ایک دن مجلس لگی ہوئی تھی۔ دوست احباب بیٹھے تھے۔ شراب کی صراحیاں قرینے سے رکھی ہوئی تھیں کہ یکدم مجھے گلی میں سے ایک آواز آئی کوئی اجنبی نامعلوم کون، گلی میں سے گذر رہا تھا۔ اور قرآن کریم کی یہ آیت بڑی خوش الحانی سے پڑھتا جا رہا تھا۔ ترجمہ کیا مومنوں پر ابھی وقت نہیں آیا کہ انکے دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بھر جائیں۔ یہ آیت جونہی میرے کان میں پڑی۔ مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی آسمان سے میرے لئے اتری ہے۔ میرے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے مجلس برخاست کر دی گانے بجانے کے آلات توڑ دیئے۔ توبہ کی اور حج کیلئے چل پڑا۔ تم نے سارا قرآن مجھے سنا دیا۔ مگر مجھ پر اثر نہ ہوا لیکن وقت ہوتا ہے ایک آیت نے میری کایا پلٹ دی۔ اور اب میں توبہ کر کے حج کرنے آیا ہوں۔ تو قلوب بعض دفعہ ایسے رنگ میں بدلتے ہیں کہ حیرت آجاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ ایک عورت نے دوسری عورت کو مارا اور اسکا دانت توڑ دیا۔ اسلامی شریعت کی رو سے ضروری تھا کہ اس عورت کا قصاص کے طور پہ دانت توڑا جاتا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا وہ عورت جس نے دانت توڑا تھا۔ اسکی طرف سے حضرت ابو ہریرہؓ بطور وکیل پیش ہوئے۔ اور انہوں نے کہا کہ بے شک قصاص کے طور پر اس کا بھی دانت توڑا جانا چاہیئے مگر میں معافی کی درخواست کرتا ہوں۔ اگر دوسرا فریق معاف کر دے تو احسان ہو گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوسری عورت کے رشتہ داروں سے کہا کہ بے شک شریعت نے تمہیں قصاص کا حق دیا ہے۔ لیکن اگر تم معاف کر دو تو اچھا ہے۔ مگر دوسرے فریق پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ لوگ یہی کہتے چلے گئے کہ دانت کے بدلے جب تک دانت نہ توڑا جائے گا۔ ہم نہیں ٹلیں گے آخر حضرت ابو ہریرہؓ کو جوش آگیا۔ اور انہوں نے کہا خدا کی قسم میری رشتہ دار عورت کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ یہ الفاظ انہوں نے ایسے جوش سے کہے کہ وہ لوگ جو اس بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش بھی نہیں مان رہے تھے۔ ڈر گئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے معاف کیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور انکے جسم غبار آلود ہوتے ہیں۔ مگر جب وہ کسی معاملہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھائیں تو خدا تعالیٰ انکے متعلق اپنی غیرت دکھلاتا اور اس بات کو پورا کر دیتا ہے۔ جسکے لئے وہ قسم کھاتے ہیں۔ تو دیکھو حضرت ابو ہریرہؓ نے جب خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میری اس رشتہ دار عورت کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ تو وہ لوگ جو اس بارہ میں خود حضرت ابو ہریرہؓ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش بھی ماننے کیلئے تیار نہیں تھے یکدم انکی طبیعت بدل گئی اور انہوں نے اپنا حق چھوڑ دیا۔ پس ایمان لانے والوں کو اس بات کی اہمیت سمجھنی چاہیئے کہ انہیں ہمیشہ ایک دوسرے کو سمجھاتے رہنا چاہیئے اور یہ کبھی خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ دوسرے کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور اگر بالفرض دوسرے کی اصلاح نہ بھی ہو تو کم سے کم جو شخص دوسرے کو سمجھائے گا اسکی اپنی اصلاح تو ہو جائے گی۔ بہر حال دوسرے کو سمجھانا فائدہ کے بغیر نہیں ہوتا۔ پس وعظ و نصیحت کا سلسلہ اپنے اندر بھی جاری کرنا چاہیئے۔ اور غیروں میں بھی جاری کرنا چاہیئے۔ جہاں دوست ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھیں انکا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہیں۔ کہ سچ بولو۔ معاملات میں صفائی رکھو۔ گالی گلوچ سے کام نہ لو۔ جھگڑا نہ کرو۔ محبت اور پیار سے رہو۔ جب اس قسم کے وعظ و نصیحت کا سلسلہ بند ہو جائے تو نئی پود کئی قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ پرانے لوگ تو شیطان سے بہت سی لڑائیاں لڑ چکے ہوتے ہیں۔ اور انکے اندر نیکی اور تقویٰ پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ مگر نئی پود تے وہ لڑائی نہیں کی ہوتی۔ اس لئے شیطان انکے اندر آسانی سے داخل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور شیطان کا قصہ اسیلئے بیان کیا ہے کہ ذرا سی غفلت بھی بہت بڑے نقصان کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر آدمؑ جو شیطان کے ساتھ دیر سے جنگ کرتا چلا آرہا تھا دھوکا کھا سکتا ہے۔ تو جن سے شیطان کی ابھی جنگ ہی نہیں ہوئی وہ تو اسکے فریب میں بہت جلد آسکتے ہیں۔ آدمؑ اسی لئے شیطان کے دھوکہ میں آیا کہ شیطان مذہب کا لبادہ اوڑھ کر آدم کے سامنے آیا اور حضرت آدمؑ نے سمجھا کہ اب اسکی اصلاح ہو چکی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسکے ساتھ صلح کر لی اور نتیجہ خراب نکلا۔ مگر جس شخص نے شیطان سے ابھی لڑائی شروع ہی نہیں کی۔ اسکے سامنے شیطان اگر بزرگ بن کر آجائے تو وہ جلدی دھوکا کھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس قصے کے بیان کرنے کا یہی منشاء ہے کہ جب آدمؑ شیطان کو دیکھ کر دھوکا کھا گیا تو وہ لوگ جو ابھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے واقف ہی نہیں وہ اسکی طرف سے کیسے مطمئن ہو سکتے ہیں۔ پس موجودہ اور آئندہ نسلوں کو شیطان کے حملوں سے بچانے کے لئے (دین حق) یہ نصیحت کرتا ہے کہ تم اپنے اندر بھی وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھو۔ اور بیرونی دنیا کو بھی ہمیشہ خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہو۔ تاکہ شیطان ذریت آدم کو گمراہ کرنے سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو جائے۔ بہر حال عاد کی قوم نے ہود کی نصیحت پر کوئی کان نہ دھرا۔ اور اس کو جھٹلا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک کر دیا۔

سچائی

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی رہے) فرماتے ہیں

"..... خدا تعالیٰ اپنے دین کی اشاعت کے لئے جھوٹ اور فریب کا محتاج نہیں۔ ہر چیز اس کے حکم کے تابع ہے۔ وہ اپنے حکم سے دین کی اشاعت کرتا ہے نہ یہ کہ بندے کے فریب سے۔ اس میں یہ اخلاقی نکتہ ہے کہ مقصد کی سچائی تمہیں اس بات کا مجاز نہیں بنا دیتی کہ تم اس کے حصول کے لئے جھوٹے ذرائع اختیار کریں۔ مقصد خواہ کتنا ہی اعلیٰ ہو ذرائع حصول بھی اعلیٰ ہونے چاہئیں۔

افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ اس صداقت سے نابلد ہو رہے ہیں۔ اور عام طور پر دنیا میں یہ وبا پھیل رہی ہے کہ سچائی کی خاطر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ حالانکہ وہ سچائی ہی کیا جو جھوٹ کے بغیر غالب نہ آسکے۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبدالسمیع خان

ماضی و حال کی مظلوم عورت کی زخم زخم کہانی

ع میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں

وہ کافی دیر سے گڑھا کھود رہا تھا۔ زمین سخت تھی اس لئے اس کا جسم پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ گڑھے کے کنارے کھڑی اس کی کم سن بچی حیرت کے ساتھ باپ کو دیکھ رہی تھی۔ جب وہ اپنی دانست میں کھدائی مکمل کر چکا تو اس نے بچی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور گڑھے کے اندر دھکا دے دیا۔ معصوم جان ابھی حیرت کے اس جھٹکے سے نہیں سنبھلی تھی کہ اس کے سنگدل باپ نے اس کے اوپر مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ وہ چلائی۔

"ابا۔ ابا یہ کیا کر رہے ہو۔ میں دب جاؤں گی"

وہ شاید موت کا مفہوم تو نہیں سمجھتی تھی۔ مگر یہ ضرور جانتی تھی کہ جو گڑھے میں دب جائے یا دبا دیا جائے وہ پھر باہر نہیں آ سکتا اس لئے وہ گڑھے سے باہر آنے کے لئے بے تاب تھی وہ باپ کو آوازیں دیتی رہی۔ رو رو کر پکارتی رہی۔ اس کی چیخیں گونجتی رہیں لیکن باپ اپنے کام میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ چیخوں کی آواز بھی مٹی کے نیچے دب گئی اور وہ گڑھے کی مٹی ہموار کر کے گھر کی طرف چل پڑا۔

یہ معصوم چیخیں جو مٹی میں مل کر بے نام ہو گئیں کوئی انوکھا اور غیر معمولی واقعہ نہیں تھا۔ یہ تو اس معاشرہ کی ریت تھی۔ جہاں سینکڑوں بے گناہ روحیں اسی طرح زندہ درگور کی جا چکی تھیں اور کتنی تھیں جو اپنے انجام سے بے خبر اپنے انجام کا انتظار کر رہی تھیں۔ کون جانے کہ عرب کی سرزمین زیادہ سنگلاخ تھی یا اس کے باشندے زیادہ پتھر دل تھے۔

چودہ سو سال قبل جو چیخیں عرب کے پتھر دلوں سے ٹکرا کر دم توڑ گئی تھیں۔ ان کی بازگشت آج بھی دنیا کے مختلف علاقوں سے سنائی دے رہی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ آج بھی عورت اسی مقام پر کھڑی ہے صرف منظر تبدیل ہو چکا ہے۔

کیسے مانوں کہ گلستان میں بہار آئی ہے
میں نے دیکھی ہیں ہر اک پھول کی آنکھیں پرنم

یہ بھیانک رسم

وہ بہت ہی قبیح اور ظالمانہ رسوم جو انسانیت کے چہرے پر بدنما داغ کہلاتی ہیں ان میں سے ایک قتل اولاد خصوصاً لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا بھی ہے۔ یہ روایت سینکڑوں سال پرانی ہے مگر اس کا تصور کر کے آج بھی دل کانپ اٹھتا ہے۔

دختر کشی کی یہ بھیانک رسم بعثت نبوی کے وقت عربوں کے بعض قبائل میں خاص طور پر پائی جاتی تھی۔ یوں تو لڑکیوں کی پیدائش کو سارے عرب میں ہی برا سمجھا جاتا تھا۔ مگر ان کو زندہ دفن کرنے کا رواج سب میں نہیں بعض قبائل اور متکبر لوگوں میں تھا جس کی نقل ساری قوم تو نہیں کرتی تھی مگر اسے عزت کا فعل سارے ہی سمجھتے تھے۔

علامہ ہیثم بن عدی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا اصول عرب کے تمام قبائل میں رواج تھا۔ ایک اس پر عمل کرتا تھا۔ دس چھوڑتے تھے اور یہ سلسلہ اسلام کے آنے تک جاری رہا۔
(انسانی دنیا کے عروج و زوال پر مسلمانوں کا اثر از ابوالحسن علی ندوی۔ ص ۷۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً ہر دس میں سے ایک لڑکی زندہ درگور کی جاتی تھی۔ اپنے جگر گوشے کو زندہ قبر میں اتار دینے کا یہ زہرہ گداز طریقہ مختلف وجوہ سے رائج ہو گیا تھا۔

ایک معاشی بدحالی جس کی وجہ سے لوگ چاہتے تھے کہ کھانے والے کم ہوں اور اولاد کی پرورش کے اخراجات ان پر نہ پڑیں بیٹوں کے متعلق تو یہ امید ہوتی ہے کہ بڑے ہو کر والدین کا ہاتھ بٹائیں گے۔

مگر لڑکیوں کو پالنا اور پھر بیاہ دینا وہ گھاٹے کا سودا سمجھتے تھے۔

دوسرے عام قتل و غارت اور لڑائیاں جس کی وجہ سے بیٹے تو محبت سے پالے جاتے تھے کہ ہمارے دست و بازو بنیں گے اور قوت بڑھائیں گے مگر لڑکیوں کی تو قبائلی لڑائیوں میں حفاظت کرنی پڑتی تھی۔

تیسرے اس بدامنی کا ایک پہلو یہ تھا کہ جب قبائلی ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوتے تو دشمن قبائل کی لڑکیاں جو ان کے ہاتھ لگتیں انہیں لونڈیاں بنا لیتے یا کسی اور کے ہاتھ بیچ دیتے۔

رسم کا آغاز

اس قبیح رسم کا آغاز کب ہوا۔ علامہ ابن حجر کے مطابق پہلا آدمی جس نے یہ رسم جاری کی تھی۔ قیس بن عاصم التمیمی تھا۔ اس کے کسی دشمن نے اس پر حملہ کیا۔ اس کی بیٹی کو قیدی بنایا اور پھر اس سے شادی کر لی بعد میں قیس اور اس کے دشمن میں صلح ہو گئی تو قیس کی بیٹی کو اختیار دیا گیا کہ وہ چاہے تو خاوند کے پاس رہے اور چاہے تو باپ کے پاس واپس چلی جائے۔ اس لڑکی نے اپنے خاوند کا انتخاب کیا۔ اس پر قیس نے قسم کھائی کہ آئندہ اس کی جو لڑکی پیدا ہوگی وہ اسے زندہ دفن کر دے گا
(فتح الباری جلد ۱۰ ص ۴۰۶)

علامہ الوسی کی تحقیق کے مطابق اس قبیح رسم کا آغاز ربیعہ قبیلہ سے ہوا تھا۔
(تفسیر روح المعانی جلد ۳۰ ص ۵۲)

بہرحال یہ رسم دیکھا دیکھی بڑھتی چلی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بیٹی ذلت کا نشان سمجھی جانے لگی۔ اور اس کی پیدائش کا ذکر سن کر چہرے غم اور درد کے مارے سیاہ پڑنے لگے۔ قرآن کریم اس تاریخ کو یوں محفوظ فرماتا ہے۔ (ترجمہ)

"یعنی جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر مل جائے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ نہایت رنجیدہ ہو جاتا ہے اور جس بات کی اسے خبر دی گئی ہے اس کی (مزعومہ) شناخت کے باعث وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور (سوچتا ہے) کہ آیا وہ اسے پیش آنے والی ذلت کے باوجود زندہ رہنے دے یا اسے کہیں مٹی میں گاڑ دے۔ سنو جو رائے وہ قائم کرتا ہے نہایت بری ہے۔"
(النحل آیت ۵۹، ۶۰)

بیٹی کو زندہ درگور کرنے کے بھی کئی طریق تھے۔

اوّل۔ وضع حمل کے وقت عورت سے کہا جاتا کہ وہ ایک گڑھے کے کنارے پر لیٹ جائے۔ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو اسے زندہ رکھا جاتا اور اگر لڑکی ہوتی تو اسے اسی وقت گڑھے میں ڈال کر ہلاک کر دیا جاتا۔

دوم۔ جب لڑکی قریباً چھ سال کی ہوتی تو اسے خوشبو لگاتے، اچھے کپڑے پہناتے اور لالچ دیتے کہ رشتہ داروں سے ملنے جانا ہے۔ پھر بچی کو صحرا میں لے جاتے کسی ویران کنوئیں یا گڑھے کے کنارے اسے کھڑا کرتے اور کہتے دیکھو اس میں کیا ہے۔ جب وہ آگے جھکتی تو اسے دھکا دے دیتے اور کنوئیں یا گڑھے کو مٹی سے بھر دیتے۔
(فتح الباری جلد ۱۰ ص ۴۰۷)

سوم۔ بعض لوگ اپنی بچیوں کو کسی بلند پہاڑ سے نیچے پھینک دیتے۔

چہارم۔ بعض لوگ اپنی بچیوں کو پانی میں غرق کر دیتے (تفسیر غرائب الفرقان)

پنجم۔ ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو بیٹیوں کو فی الواقعہ ذبح کر دیتا تھا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے کتوں کی پرورش کرتے تھے مگر لڑکیوں کو ایک ذرہ بھر خوراک دینا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔
(تفسیر طبری جلد ۱۴ ص ۸۴)

حضور کے زمانے تک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ایک صحابی نے آپ کی مجلس میں دور جاہلیت کا ایک ایسا ہی دردناک واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا۔

میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی۔ ایک روز میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ راستہ میں ایک کنواں آیا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں دھکا دے دیا۔ اس کی آخری آواز جو میرے کانوں میں آئی وہ یہ تھی۔ ہائے ابا۔ ہائے ابا!!!

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہنے لگے۔ اور آپ شدت درد سے اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ (سنن دارمی)

ایک شخص نے حضور کو بتایا کہ اس نے جاہلیت میں بارہ لڑکیاں زندہ دفن کی تھیں۔
(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۲۰)

عرب کے شاعروں نے اس مکروہ فعل کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اور اس کو فخر سے بیان کیا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

"میری بیٹی میری زندگی چاہتی ہے اور میں از راہ شفقت اس کی موت چاہتا ہوں کیوں کہ موت عورت کے حق میں بہترین مہمان ہے۔ (نبوت محمدیہ کی فیض رسانی ص ۴۹)

لڑکوں کو بھی

جہالت اور ظلم و ستم کا یہ قصہ محض لڑکیوں تک محدود نہ تھا بلکہ اس نے لڑکوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ عربوں کا ایک طبقہ مطلق اولاد کو قتل کرتا تھا اس لئے کہ ان کے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تھا یا اس لئے کہ لڑکے بڑے ہو کر مال میں شریک نہ ہو جائیں۔ (فتح الباری جلد ۱۰ ص ۴۰۶)

قتل اولاد کا یہ روح فرسا واقعہ صرف عرب ہی میں نہیں تقریباً اس دور کے تمام ملکوں میں دہرایا جا رہا تھا۔ یونان اور روما جہاں بڑے بڑے حکماء اور فلاسفر ہو گزرے ہیں۔ یہ رسم پسندیدہ تھی۔ افلاطون اور ارسطو جیسے حکیم بھی قتل اولاد کے حامی تھے ارسطو کا قول ہے کہ۔

"لنگڑے بچوں کا پرورش پا جانا قانوناً روکنا چاہیئے۔ اور جب کثرت بنی آدم کو کم کرنا منظور ہو تو جنین میں جان پڑنے سے قبل اسقاط حمل کرا لینا چاہیئے۔"

اس لئے یونانی اپنے معذور بچوں (لنجے، اندھا اپاہج) کو عمداً ہلاک کر دیتے تھے۔ بلکہ یہ شاہی قانون تھا کہ اگر کوئی بچہ اپاہج پیدا ہو تو اسے فوراً مار دیا جائے۔

چنانچہ قانون کے مطابق جب کسی کا لڑکا پیدا ہوتا تو وہ شخص اس کو قوم کے سرداروں اور دانشوروں کے پاس لے جاتا۔ وہ اسکا جائزہ لیتے۔ اگر وہ تام الخلقت اور تندرست ہوتا تو اسے حکم دیتے کہ اس کی پرورش کرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اگر کوئی نقص ہوتا تو بچے کو کوہ طیبجوس کی تہہ میں گرا دیتے۔

اہل روما میں بھی یہ دستور تھا کہ اگر بچے کا باپ چاہے تو اس کی پرورش کرے اور اگر اس میں کوئی ضعف و نقص پائے تو اسے جنگلی جانوروں کو کھلا دے۔

چین اور ہندوستان میں بھی قتل اولاد کا عام رواج تھا۔

(دستور الارتقاء ص ۸۲)

اللہ تعالیٰ اس ظالمانہ قتل پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ (ترجمہ)

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو بیوقوفی سے بغیر علم کے قتل کر دیا ہے۔ اور جو کچھ اللہ نے انہیں دیا تھا۔ اسے اللہ پر افترا کرتے ہوئے اپنے پر حرام کر لیا ہے وہ گھاٹا پانے والے ہو گئے ہیں۔ اور گمراہ ہو گئے ہیں۔ اور وہ ہدایت پانے والوں میں سے نہیں بنے۔

(سورۃ الانعام۔ آیت ۱۴۱)

پھر اس قتل سے باز آنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ یعنی مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ انہیں بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی ہم ہی دیتے ہیں انہیں قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۱)

زندہ رہنے والی

معلوم نہیں ظلم و تعدی کا یہ سلسلہ کتنی صدیوں سے جاری تھا۔ ایک عورت تو وہ تھی جسے مٹی میں گاڑ دیا جاتا تھا مگر جو زندہ رہتی تھی اس کی حیثیت زندہ لاش سے زیادہ نہیں تھی۔ اسے روزانہ ان گنت دفعہ مرنا پڑتا تھا۔

تاریخ عرب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت حق سے محروم اور کلیتہً بے اختیار تھی۔ بعض اوقات باپ منکوحہ پر بیٹا وارث کے طور پر قبضہ کر کے شادی رچا لیتا۔ طلاق کا رواج عام تھا اور خاوند جب چاہتا بیوی کو الگ کر سکتا تھا۔ ورثہ میں لڑکی اور بیوی کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔ بحیثیت مجموعی اگر یہ کہا جائے کہ عورت جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہی تھی تو غلط نہ ہو گا۔

یہاں تک کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے رحمت خداوندی جلوہ گر ہوئی اور آپ نے عورت کو اس حبس بے جا سے آزاد کروایا اور ساری ناجائز زنجیریں توڑ دیں۔

آپ نے قرآن کریم کے واضح ارشادات پیش کئے اور عورت کو زندہ درگور کرنا سخت قابل مذمت ٹھہرایا۔ فرمایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام قرار دیا ہے

(صحیح بخاری)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ برپا ہونے والے انقلاب کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

یعنی اسے ابن کوز تو اب بیٹی کو زندہ دفن کرنے کا خیال چھوڑ دے۔ کیونکہ جب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا ہے لوگوں نے اپنی بیٹیوں کی پرورش شروع کر دی ہے۔

(نبوت محمدیہ کی فیض رسانی ص ۴۷)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیکس اور بے بس مخلوق کے حقوق قائم کئے اور قائم کر کے دکھائے۔ ارب ہا ارب انسانوں کی دنیا میں آپ وہ واحد فرد تھے جنہوں نے مرد ہو کر عورت کے حقوق کی تحریک چلائی اور اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔

حضور سے زمانہ کی عورت کی دونوں کیفیتوں کا ذکر نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی زبان سے سنیئے

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب تو دنیا میں آتی تھی
جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی یوں ماں تیری گھبراتی تھی
یہ خون جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی فطرت پر غالب آتی تھی
کیا تیری قدر و قیمت تھی کچھ سوچ! تیری کیا عزت تھی
تھا موت سے بدتر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی

(ماخوذ از رسالہ لاہور ۲۵ اگست ۱۹۹۰ء)

عورت ہونا تھی سخت خطا تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا تا مرگ سزائیں پاتی تھی
گویا تو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر ترکہ میں بانٹی جاتی تھی
وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
سب ظلموں سے چھڑواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

(درِ عدن)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہیئے اور بیعت اس نیت سے ہرگز نہ کرنی چاہیئے کہ میں بادشاہ ہی بن جاؤں گا۔ یا ایسی کیمیا حاصل ہو جائے گی کہ گھر بیٹھے روپیہ ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں اس لئے مامور کیا ہے کہ ان باتوں کو لوگوں سے چھڑا دیویں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا تعالیٰ کی طرف آتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو سر پر لیتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو اور ان کی اولاد کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔"

عبدالباسط شاہد

جنگی قیدی

عراق اور اتحادیوں کی انتہائی خوفناک جنگ خدا خدا کر کے ختم ہوئی ہے۔ اس جنگ کے اثرات ساری دنیا پر بالعموم اور اسلامی دنیا پر بالخصوص ایک لمبے عرصہ تک پائے جاتے رہیں گے۔ "سیاسی پنڈتوں" کے نزدیک اس کے نتیجہ میں خلیجی ممالک کی سیاست اور جغرافیہ میں انقلابی تبدیلیاں آئیں گی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنی خداداد بصیرت و معاملہ فہمی سے کام لیتے ہوئے اس جنگ کا پس منظر، وجوہات، اسلام دشمنی کی انتہائی بھیانک سازشیں اور ریشہ دوانیاں اور اس مناظر میں دین فطرت اور عقل سلیم کے مطابق دنیا کی رہنمائی کے لئے نہایت کارآمد مشورے بیان فرمائے ہیں۔

جنگ کے ایام میں جنگی قیدیوں اور پھر اس سلسلہ میں جنیوا کنونشن کا اکثر ذکر ہوتا رہا۔ اس کنونشن یا معاہدہ کی بنیاد اقوام متحدہ سے قبل لیگ آف نیشنز کے نام سے جو عالمی ادارہ تھا اس کے زمانہ میں رکھی گئی۔ گویا جنگ عظیم اول کے بعد جنگی قیدیوں کے متعلق بعض اصول مقرر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور جنگ عظیم سے قبل سنہ ۳۰ء کے لگ بھگ اس پر عمل درآمد شروع ہوا۔

اس معاہدہ میں مندرجہ ذیل اہم امور شامل تھے۔

ہر وہ شخص جو کسی نہ کسی طرح جنگ میں شامل ہونے کی حالت میں قید ہوا وہ جنگی قیدی ہے خواہ وہ فوج کا ڈاکٹر یا نرس ہو۔

جنگی قیدیوں کی مکمل فہرست جس میں قیدی کا نام اور عہدہ وغیرہ درج ہو اس قیدی کے ملک کو فوری طور پر بھجوانی ضروری ہے۔ جنگی قیدیوں کے کوائف۔ مشاغل وغیرہ کا ریکارڈ رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس ریکارڈ کی ایک نقل بین الاقوامی ریڈ کراس سوسائٹی کے دفتر (جنیوا) بھی بھجوائی جاتی ہے قیدیوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا نام پتہ وغیرہ صحیح اور درست بتائیں۔

قیدی اپنے پاس اپنی وردی اور دوسری ضروری اشیاء رکھ سکتے ہیں۔ قیدیوں کو قید کے زمانے کی پوری تنخواہ ملے گی جسے وہ اپنی مرضی سے بنک میں جمع کروا سکتے یا اپنے گھر بھجوا سکتے ہیں۔ قیدی کے زمانہ قید کی تنخواہ وہ ملک ادا کرتا ہے جس نے قیدی بنایا ہو۔

ہر قیدی کو اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے اور روزانہ ورزش کرنے کی بھی اجازت ہے عام جنگی قیدی اجرت اور معاوضہ پر کام بھی کر سکتے ہیں۔

حفظان صحت کے اصولوں اور بنیادی ضروریات کو پورا کرنا بھی قیدی بنانے والے ملک کی ذمہ داری ہے۔ اس معاہدہ کے مطابق اگر کوئی جنگی قیدی قید سے فرار ہونے کی کوشش میں گرفتار ہو جائے تو اسے اس کی کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ قیدیوں کو "ہلال احمر" یا ان کے رشتہ داروں کی طرف سے پارسل بھجوائے جا سکتے ہیں۔ انہیں خط و کتابت کی محدود سہولت بھی میسر ہوتی ہے۔ جب کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جنگ عظیم اول کے بعد ایسے قوانین کی ضرورت کو بہت شدت سے محسوس کیا گیا ویسے بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ کئے گئے مظالم کی تاریخ بہت ہی وحشت ناک ہے یورپ کی تاریخ پڑھنے والوں کو بخوبی معلوم ہے کہ ۱۷۹۹ء میں یورپ کے مشہور فاتح نپولین نے چار ہزار ترکی فوجیوں کو امان دینے کے وعدہ پر ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کیا مگر بعد میں یہ دیکھ کر کہ ان کو خوراک مہیا کرنا یا واپس بھجوانا مشکل ہے سب کو قتل کروا دیا ۱۸۹۶ء میں ایک ہسپانوی جرنیل نے ہزاروں جنگی قیدیوں کو ایک تنگ اور غلیظ جگہ میں بند کر دیا اور وہ بھوکے پیاسے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کی جو تعلیم دی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے آپ کا یہ حکم تھا کہ قیدیوں سے نرمی کا سلوک کیا جائے۔ جو آپ خود کھائیں پئیں پہنیں وہی قیدیوں کو بھی دیں۔ جنگی قیدیوں کی آزادی کے لئے برائے نام فدیہ مقرر کیا جاتا تھا اور بعض قیدی تو مسلمانوں کو تعلیم دینے پر ہی آزاد کر دیئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کار اور اسوہ حسنہ میں جنگی قیدیوں کے متعلق جو تعلیم دی گئی ہے وہ کسی بھی اور مذہبی اور تمدنی طریق سے بہت بہتر اور بڑھ کر ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں

اگر تم اس دنیا میں آرام کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو خدا کی طرف جھک جاؤ اور اپنی اصلاح کر لو اور پورے طور پر خدا کے ہو جاؤ"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چوہدری عزیز احمد

دِلّی کا ایک دلچسپ واقعہ

میں نے بوڑھے ہندو سے جو پوچھا تھا اس کے جواب میں اس کا یہ کہنا کہ 'زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی با حالِ زار' بظاہر بے جوڑ سی بات تھی اور اس وجہ سے میرا حیرت زدہ ہونا ایک طبعی امر تھا۔

یہ نئی دلی کا واقعہ ہے۔ خاکسار کے علاوہ میرے چچازاد بھائی چوہدری محمد ضیاء الحق صاحب حال امریکہ اور صوفی عزیز احمد صاحب حال کینیڈا علی گنج کے علاقہ میں رہتے تھے۔ اگست ۱۹۴۴ء کی ایک رات بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ہم اپنے کوارٹر کے برآمدہ میں چارپائیاں ڈالے لیٹے ہوئے تھے۔ کوارٹروں کے بیرونی برآمدے سڑک کی جانب کھلے تھے۔ سامنے والے کوارٹر کا دروازہ پورا کھلا تھا۔ بتیاں جل رہی تھیں اور اندر سے سارا مکان ہمیں نظر آ رہا تھا اس کوارٹر میں سین نامی ایک بنگالی صاحب رہتے تھے اس کی بیوی پنجابی تھی۔ وہ کسی سکول میں ہیڈ مسٹرس رہ چکی تھی۔ اس نے چند دن قبل دو توام بچوں کو جنم دیا تھا۔ اس کوارٹر میں رونما ہونے والا ایک منظر خوشگوار موسم کو سوگوار بنائے ہوئے تھا۔ مسٹر سین اپنی بیوی کو گالیاں دے رہا تھا اور کبھی سوٹی سے مار بھی دیتا۔ اس کی بیوی کا باپ اپنی بیٹی کو ملنے آیا ہوا تھا۔ وہ ساتھ والے کوارٹر کے برآمدہ میں لیٹا ہوا تھا۔ باپ کے لئے یہ منظر جس قدر روح فرسا تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

میں نے اپنے رفقاء سے کہا ہمارے امام نے کچھ عرصہ قبل ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ حلف الفضول کو زندہ کیا جائے کیا آج حضرت صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں اس مظلوم عورت کی مدد ہم پر واجب نہیں ہے؟ میرے ساتھیوں نے بیک زبان کہا۔ مسٹر سین کے گھر کا معاملہ ہے۔ کسی کے گھر میں دخل دینا خطرناک نتائج کا موجب ہو سکتا ہے۔ جذبات میں آنا مناسب نہیں۔ میں نے اپنے دونوں ہم مکینوں سے کہا آپ کا یہ اشتباہ غیر متوقع نہیں۔ مجھے معلوم تھا آپ مجھے باز رکھنے کے لئے یہی دلیل دیں گے مگر میں نے ایک سکیم بنائی ہے اس کے مطابق میں مسٹر سین کے خسر کے پاس جاتا ہوں اور اس سے پوچھتا ہوں کہ ہمارا دخل دینا نامناسب تو نہ ہو گا۔ اگر باباجی نے چاہا کہ ہم مدد کریں تو ضیاء مسٹر سین کو باہر بلائے۔ ہم اسے اپنے پاس بٹھا لیں گے۔ ادھر ادھر کی باتیں کریں گے اور پھر دیکھیں گے کہ کس طرح انہیں سمجھایا جا سکتا ہے۔

میں باباجی کے پاس گیا۔ ان کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا باباجی! ہم جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی بیٹی پر ظلم آپ کے لئے تو دلدوز صورت حال ہے ہی۔ ہمارے لئے بھی یہ ایک بہت تکلیف دہ بات ہے۔ ہمارے امام نے ہمیں مظلوموں کی مدد کرنے کی تعلیم دی ہے۔ مگر داماد کے گھر کا معاملہ ہونے کی وجہ سے ہمیں بہت محتاط ہونا چاہیئے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

باباجی نے میری طرف سر موڑتے ہوئے کہا۔

زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی با حالِ زار

جب آپکی جماعت کے بانی کی یہ بات پوری ہوئی تو میں اسی وقت نیروبی میں تھا ڈاکخانہ کے محکمہ میں میرے کئی رفقاء کار احمدی تھے۔ (انہوں نے بعض احباب جماعت کے نام بھی لئے) جماعت احمدیہ کے متعلق میری بہت اچھی رائے ہے۔ آپ کوئی فکر نہ کریں اور بے دھڑک ہو کر میری بیٹی کی مدد کریں۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو باباجی کے ساتھ اپنی گفتگو بتائی جس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ باباجی کے گرین سگنل سے ان کے حوصلے بڑھ گئے

برادرم ضیاء نے مسٹر سین کے دروازے سے باہر کھڑے ہو کر اسے آواز دی۔ وہ جوش میں گالیاں بک رہا تھا۔ اس نے ضیاء کی آواز کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ ضیاء نے زوردار آواز سے کہا

مسٹر سین کیا تم سنتے نہیں۔

مسٹر سین اندر سے بولا کیا بات ہے۔ ضیاء نے گرجدار آواز سے کہا باہر آؤ۔ کیا تم باہر نہیں آؤ گے۔ مسٹر سین سمجھ گیا کہ اگر میں باہر نہ گیا تو یہ مجھے زبردستی باہر لے آئیں گے۔ چنانچہ وہ باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں سوٹی پکڑی ہوئی تھی۔ ضیاء اسے ہمارے برآمدے میں لے آیا۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ ہم نے جنگ سیاست اور موسم کے بارہ میں باتیں شروع کر دیں۔ اس کی اپنی بیوی سے بدسلوکی کی طرف اشارہ تک نہ کیا۔ کافی دیر گذرنے کے بعد اس نے کہا میں اب گھر واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ابھی نہ جائیں۔ کچھ اور باتیں کرتے ہیں۔ جنگ کا اب پانسہ پلٹ گیا ہے۔ انگریزوں کی فتوحات شروع ہو گئی ہیں وغیرہ۔ کچھ دیر بعد پھر اس نے کہا میں گھر واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا

'مسٹر سین! صاف بات یہ ہے کہ آپ اس وقت تک گھر واپس نہیں جا سکتے جب تک آپ یہ وعدہ نہ کریں کہ آپ اپنی اہلیہ سے حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔

مسٹر سین نے کہا میں وعدہ کرتا ہوں اس کے بعد مسٹر سین کے متعلق ہم نے کوئی شکایت نہیں سنی۔

اگلے دن صبح مسٹر سین کے خسر ہمارا شکریہ ادا کرنے آئے۔ ہم نے کہا کہ انسانی ہمدردی کے تقاضا کے ماتحت ہمارے لئے اس کی بیٹی کی مدد کرنا ضروری تھا۔ خصوصاً جبکہ ہمارے امام کا بھی مظلوموں کی مدد کرنے کا ہمیں تاکیدی ارشاد ہے۔

میرا وقف منظور ہو چکا تھا۔ چند دن بعد میں نے دلی چھوڑ کر قادیان جانا تھا۔ سین فیملی نے مجھے پر تکلف الوداعی لنچ دیا۔

دلی کی بعض حسین یادیں کبھی نہیں بھول سکتیں۔ اراکین خدام الاحمدیہ میں جوش اور دینی خدمت کا ولولہ تھا جس کے باعث دلی میں حکومتِ ہند کے مرکزی دفاتر میں کام کرنے والے احمدی نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو زندگی وقف کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور انہیں مرکز سلسلہ میں اور باہر اہم ذمہ داریوں کے کام تفویض ہوئے ان میں سے چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ مکرم نسیم سیفی صاحب۔ مکرم مسعود احمد خاں صاحب۔ مکرم مولود احمد خاں صاحب پروفیسر سعود احمد خاں صاحب۔ حسن محمد خاں صاحب عارف۔ مکرم نورالدین صاحب منیر شیخ مبارک احمد صاحب ابن خاں صاحب مولوی فرزند علی اور مکرم راشد احمد صاحب۔ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پنشنر واقفین میں سے مکرم حافظ عبدالسلام صاحب اور میاں عبدالحق صاحب رامہ کا ابتدائی تعلق دلی کی جماعتِ احمدیہ سے تھا اگرچہ وہ براستہ کراچی مرکز میں آئے۔

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

یاد رفتگاں — زاہدہ مبشر میری لینڈ امریکہ

مکرم عبد السلام اعوان صاحب

آج میں نے اپنے پیارے ابّی جان کے بارے میں کچھ لکھنے کے لئے ایک عرصہ کے بعد قلم اٹھایا ہے۔

۲۰ مارچ ۱۹۹۰ء کی صبح تھی۔ آٹھ بجے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجنا شروع ہوئی۔ ریسیور اٹھاتے ہی یہ اندوہناک خبر بجلی کی طرح میرے قلب پر گری کہ میرے پیارے ابّی جان "عبدالسلام صاحب اعوان" اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو چکے ہیں۔ مجھے بالکل یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ تو اچھے بھلے تھے حال ہی میں ان کا خط آیا تھا کہ ان کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ ہر خط میں یہی لکھتے کہ "میں خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہوں"۔ آپ بلکہ میری طرف سے فکرمند رہتے تھے کہ پردیس میں میری بیٹی اکیلی ہے اسی لئے خطوط میں ہمیشہ تسلی دیتے رہتے اور خطوط میں کبھی تاخیر نہیں کیا کرتے تھے۔ امریکہ پہنچنے کے بعد ہر ہفتہ باقاعدگی سے مجھے خطوط لکھتے رہتے۔ میرا خط ملتے ہی ایروگرام کے ذریعہ جواب دیتے اور اس کے ساتھ ہی لفافے پر ایڈریس لکھ کر رکھ دیتے اور سب بہن بھائیوں کو کہتے کہ اپنی باجی کے نام خط لکھ کر میری میز پر رکھ دو۔ جو کوئی خط لکھنے میں سستی دکھاتا اس کو بار بار توجہ دلاتے۔ ان کو ہر دم یہی فکر رہتی تھی کہ ان کی پیاری بیٹی کو ہم سب کی خیریت کی اطلاع ملتی رہے۔

۱۹ مارچ بروز منگل کو وہ میرے ماموں جان سے ملنے کے لئے کنری سندھ پہنچے۔ ۲۰ مارچ کی صبح کو نہانے دھونے سے فارغ ہو کر اور ناشتہ کرنے کے بعد اپنے سب عزیز، رشتہ داروں سے ملاقات کر کے واپس ماموں کے گھر آ گئے۔ تھوڑا آرام کرنے کے بعد اٹھے اور دوپہر کا کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران ممانی جان سے باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد آرام کے لئے لیٹ گئے۔ پھر اس کے بعد نہ اٹھ سکے۔ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اسی طرح وہ شفیق باپ آج ہم سب کو خدا کے سپرد کر کے بغیر کسی کی خدمت لئے خاموشی سے خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔

۵ جولائی ۱۹۸۶ء کو میری ان سے آخری ملاقات ہوئی تھی۔ ربوہ سے کراچی ایئرپورٹ تک میرے ساتھ آئے۔ میری ساری تیاری چھوٹے بچوں کی طرح مکمل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کروائی۔ سفر میں نے کرنا تھا لیکن ساری ذمہ داری انہوں نے اپنے سر اٹھا رکھی تھی

میرے پیارے ابی جان نے ایک لمبا عرصہ کویت میں گزارا۔ مہمان نوازی کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ گھر میں کوئی مہمان آتا تو اس سے خود جا کر پوچھتے کہ "اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک بتائیں"۔ ہر ایک سے اتنی زیادہ محبت اور پیار کا سلوک تھا کہ ہر کوئی یہی سمجھتا تھا کہ ان کا میرے ساتھ ہی سب سے زیادہ پیار ہے۔

ہماری پھوپھو صاحبہ رضیہ اشرف صاحبہ اور چچا جان (محمد سلیم اعوان صاحب) اور چچی جان۔ ابی کی وفات کا سن کر فوراً لندن سے ربوہ پہنچے۔ وہ کہتے کہ ہمارے والدین آگے پیچھے ایک ہفتہ کے اندر وفات پا گئے تھے۔ لیکن ہمارے اس بھائی نے ہم سے اتنا مشفقانہ سلوک کیا کہ ہمیں اپنے والدین کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ ہمارے مستقبل کا ہم سے زیادہ ہمارے بھائی کو فکر تھا اور یہ ذمہ داری تاحیات نبھائی جبکہ ہم بال بچوں والے بھی ہو گئے تھے۔ وہ بار بار یہی کہتے کہ "ہم ایک بار پھر یتیم ہو گئے ہیں، ابھی تو ہمیں ان کی بہت ضرورت تھی"

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں وہ کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ خاندان میں کسی کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو وہ میرے پیارے ابی جان کے پاس ہی آتے اور ان سے مشورہ کر کے خوشی محسوس کرتے اپنے کیا غیروں کے لئے بھی یہی جذبہ تھا۔ کئی ایسے مستحق تھے جو کہ فیس وغیرہ نہیں دے سکتے تھے۔ آپ ان کی خاموشی سے مدد کر دیتے تھے۔ جس کا کسی کو بھی علم نہیں ہوتا تھا۔ ان باتوں کا ہمیں بھی علم ان کی وفات کے بعد ہوا۔ آپ بے حد غریب پرور تھے اور غریب کی ہر ضرورت کو اپنی ضرورت اور فرض سمجھ کر پورا کرتے تھے۔ ہر ایک کو دے کر بہت خوش ہوتے تھے مگر لینا پسند نہ تھا۔

خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دنیا کی ہر نعمت سے نوازا تھا۔ لیکن طبیعت میں اس قدر عاجزی اور انکساری تھی کہ حیرت ہوتی تھی۔ ہمیشہ صاف اور سادہ کپڑے پہنتے، غرور و تکبر نام کو نہ تھا۔ ان کی دوستی جہاں بڑوں سے تھی وہیں چھوٹے بچوں سے بھی تھی۔ بیت میں اکثر بچوں کے درمیان بیٹھے ہوتے اور ان کی باتیں سن کر خوش ہوتے۔ وفات پر بھی محلے کے سارے بچے بہت غمگین تھے۔

آخر میں مَیں اپنی بہنوں اور بھائیوں کی خدمت میں اپنے پیارے ابی کیلئے دعا کی درخواست کرتی ہوں۔ خدا تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند ہوتے رہیں۔ جانے والے تو خدا تعالیٰ کی محبت کو سمیٹ کر داغِ مفارقت دے جاتے ہیں مگر ان کی جدائی کی کسک ہمیشہ لواحقین کو تڑپاتی رکھتی ہے لہٰذا میں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں اور اپنی والدہ کے لئے بھی دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ خدا تعالیٰ انہیں یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو فرائض رہ گئے ہیں ان کو احسن طریق پر ادا کرنے کی ہمت و طاقت دے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمادے۔

اپنا مضمون ختم کرنے سے پہلے میں اپنے لئے بھی درد مندانہ دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ مجھے اور میرے تینوں بیٹوں اور میرے میاں کا پردیس میں اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو۔ چھوٹا بیٹا وقف نو میں شامل ہے۔ میرے تینوں بچے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں اور ہمیشہ احمدیت پر قائم رہنے والے بنیں۔

شریف احمد

عزیز توقیر احمد

میرا بیٹا عزیزم توقیر احمد مصطفیٰ آباد ضلع قصور مورخہ ۱۳ مارچ ۹۱ء بروز بدھ تقریباً ۱۲/۱/۲ بجے دوپہر اسکول سے واپس آتے ہوئے ویگن کی زد میں آکر اللہ کو پیارا ہو گیا۔

عزیزم ۱۴ اگست ۱۹۷۵ء بروز بدھ ہی پیدا ہوا تھا۔ نہایت ذہین اور ہونہار طالب علم تھا۔ خوب سیرت اور خوبصورت۔ پرائمری سے وظیفہ یافتہ تھا۔ ورنیکلر کے امتحان میں بھی کلاس میں اوّل تھا۔ نیز ورنیکلر کے امتحان میں ۶۸۰ نمبر لے کر ہائی سکول مصطفیٰ آباد میں بھی دوسرے تمام طالبعلموں سے نمبر کافی زیادہ حاصل کئے۔ سکول مصطفیٰ آباد میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں نام درج ہے اور ساتھ وظیفہ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ اور باقی لوگوں کے ساتھ "یافتہ" لکھا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک گورنمنٹ یا سرکاری طور پر باقاعدہ اعلان نہیں ہوا۔ عزیزم توقیر احمد دہم کلاس کا طالب علم تھا اور بلند ارادے کے ماتحت ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔ بہت ملنسار تھا اور حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ باوجود دبلا پتلا ہونے کے نہایت صحت مند اور عمدہ کھلاڑی تھا۔ اور کرکٹ میں کپتان رہ کر کپ جیت چکا تھا۔

"اے خدا بر تربتِ او رحمت ببارہ"

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا:۔ محترمہ امۃ اللطیف سیال صاحبہ اہلیہ بشیر احمد صاحب سیال مختلف عوارض کی وجہ سے بیمار ہیں۔

○ عزیز بشیر الدین محمود ابن مکرم چوہدری مہر دین صاحب لمبے عرصہ سے بیمار ہیں۔ ڈاکٹروں نے ریڑھ کی ہڈی کا اپریشن تجویز کیا ہے۔

○ مکرم خورشید احمد خان صاحب یارو والا ضلع مظفر گڑھ کی اہلیہ اور ان کا بیٹا آصف احمد سیف بیمار ہیں۔

○ مکرم ظہور احمد خان صاحب (یارو والا) کو گردہ میں پتھری کی تکلیف ہے۔ ان کی اہلیہ بھی بیمار ہیں۔

○ مکرم ملک عزیز احمد صاحب معلم وقف جدید کی اہلیہ ریڑھ کی ہڈی اور ٹانگ میں شدید درد کی وجہ سے بیمار چلی آرہی ہیں۔

○ مکرم مرزا محمد حسین صاحب (کراچی) کمر درد، دمہ، اور پیشاب کی رکاوٹ وغیرہ کی تکالیف میں مبتلا ہیں۔ عنقریب آغا خان یونیورسٹی ہاسپیٹل میں اپریشن ہو گا۔

○ محترمہ مریم بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری عبدالوہاب صاحب حال کراچی ان دنوں بیمار ہیں۔

○ مکرم عبدالرحیم یونس صاحب دارالضیافت ربوہ کو جوڑوں کی درد کی شکایت ہے۔

○ مکرم چوہدری محمد حسین صاحب سوہی گذشتہ دو ہفتوں سے شدید بیمار ہیں۔

○ مکرم یونس علی آصف مربی سلسلہ کا بھانجا شاہد احمد بعارضہ بخار بیمار ہے۔

احباب ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سانحہ ارتحال:۔ مکرم عبدالرشید صاحب مورخہ ۴ اپریل کو یارو والا میں وفات پا گئے۔ ان کی نماز جنازہ مکرم محمد حسین صاحب شاہد مربی سلسلہ عالیہ علی پور نے پڑھائی۔ اور تدفین کے بعد دعا بھی کرائی۔ موصوف نے اپنے پیچھے ۳ لڑکے اور ۲ لڑکیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

○ مکرم عزیز احمد صاحب ابن مکرم محمد خان صاحب۔ ۲۳ اپریل کو کھاریاں میں وفات پا گئے۔ اسی روز مکرم نسیم احمد صاحب شمس مربی سلسلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور کھاریاں میں ہی تدفین عمل میں آئی۔

احباب ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کریں۔

Al-Furqan Motors (PVT) LIMITED
FOR GENUIN TOYOTA PARTS
47, TIBET CENTRE M.A. JINNAH ROAD
KARACHI TELE: 7724606-7-9

AL-FURQAN MOTORS (PVT) LTD.
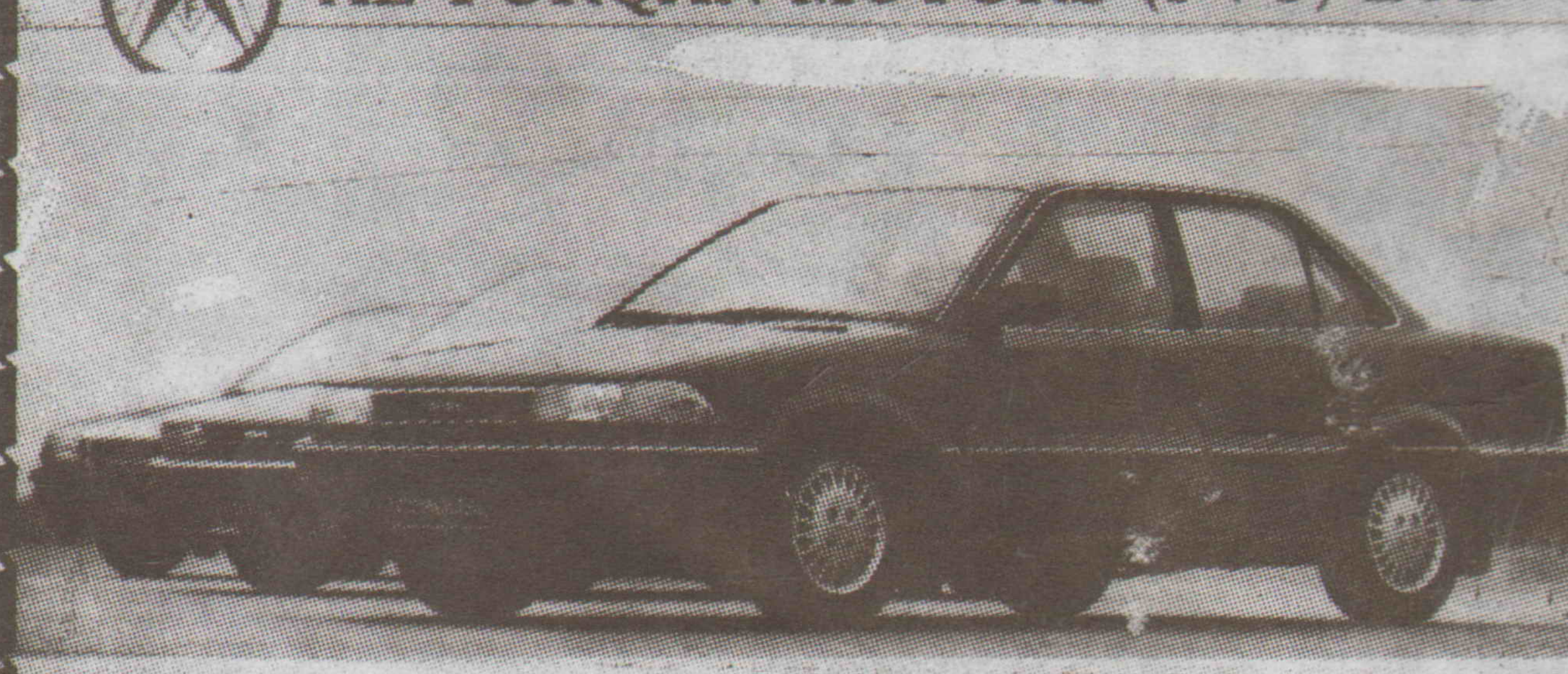
TOYOTA - DAIHATSU

ٹویوٹا گاڑیوں کے ہر قسم کے اصلی پرزہ جات درج ذیل پتہ پر حاصل کریں
الفرقان موٹرز لمیٹڈ
۴۷۔ تبت سنٹر۔ ایم۔ اے جناح روڈ کراچی ۳
فون: ۷۷۲۴۶۰۶
۷۷۲۴۶۰۷ - ۷۷۲۴۶۰۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

○ صدرِ مملکت غلام اسحاق خان نے کہا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان فوجی تصادم کا خطرہ کم کرنے کی کوششیں جاری ہیں انہوں نے کہا کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر نظر ثانی کا کوئی ارادہ نہیں انہوں نے افغان مسئلے کے سیاسی حل پر زور دیا صدر نے سیاستدانوں کے خلاف دائر کردہ ریفرنسوں کی سماعت کے بارے میں کہا کہ اگر ان میں کوئی حقیقت ہے تو انہیں واپس نہیں لیا جانا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ آئی جے آئی اور پی ڈی اے کے درمیان مصالحتی معاہدے کے بارے میں مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں آئی جے آئی اور پی ڈی اے میں مصالحت کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہوں۔

○ وفاقی محتسب مسٹر جسٹس عثمان علی شاہ نے کہا ہے کہ اگر شریعت آتی ہے تو پھر صدر۔ وزیر اعظم اور صوبائی سربراہوں کا بھی احتساب ہوگا۔

○ چیئرمین صوبائی کرائمز کنٹرول کمیٹی مسٹر شہباز شریف نے ایک میٹنگ کے بعد بتایا ہے کہ امن عامہ کی صورتِ حال کو تھانہ کے ایس ایچ او صاحبان پر نہیں چھوڑا جا سکتا آئندہ ایس پی اور ڈی ایس پی بھی ذمہ دار ہوں گے۔

غیر ملکی خبریں

○ عراق نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بڑے پیمانے پر اسلحہ کی خریداری شروع کر دی ہے۔ شمالی کوریا اور چین کا اسلحہ سنگاپور کے راستے اردن اور پھر وہاں سے عراق لایا جا رہا ہے۔

○ عراق کے جنوبی شہر بصرہ میں سرکاری فوجیوں اور شیعہ باغیوں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں۔ شیعہ تنظیم نے بتایا کہ عراقی فوجوں نے اپنے ٹھکانے دوبارہ سنبھالنے کی کوشش کی جسے ناکام بنا دیا گیا۔

○ سابق بھارتی وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی نے کہا ہے کہ یورپی برادری کی طرز پر پاک بھارت تعلقات کو بھی بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

○ مقبوضہ کشمیر میں حریت پسندوں اور بھارتی فوجوں کے درمیان جھڑپوں کے نتیجے میں ۵ افراد ہلاک ہو گئے۔ حریت پسندوں نے بموں سے تین حملے کر کے بھارتی فوجیوں کو بھاری نقصان پہنچایا ہے۔

اعلان تعطیل

مورخہ یکم مئی کو روزنامہ الفضل کے دفاتر بند رہیں گے لہٰذا بدھ یکم مئی کا الفضل شائع نہیں ہوگا۔ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات مطلع رہیں۔

(مینیجر)

ANAM TRAVELS

آپ کا اپنا ادارہ — انعم ٹریولز

دنیائے سفر میں آپ کے ہم سفر — ٹیلیفون ٹیلیکس کی سہولت کیساتھ

ویزے کی معلومات اور خصوصی رعائتی ٹکٹوں کے حصول کیلئے نیز بیرونی ملک آپ کے سفر کیلئے ہماری مستعد خدمات آپ کیلئے ہیں۔ خدمت کا موقع دیجئے۔

۱۴۔ ڈی فیروز سنٹر (نزد طیاق) فضل حق روڈ بلیو ایریا۔ اسلام آباد

ٹیلیفون: ۸۱۸۰۵۷ ، ۸۵۳۴۸۹

ٹیلیکس: ۵۴۵۹۲ TDISB

بے اولاد

مردوں کیلئے کورس 200/-

SPERMATOZOA COURSE

عورتوں کیلئے کورس 75/-

STERILITY COURSE

اٹھرا کورس ATHRA COURSE 90/-

تفصیلی لٹریچر مفت

کیور ایٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ ربوہ

فون: ۷۷۱ ، ۶۰۶ ، ۶۰۷

شیزان

پاکستان میں
تازہ پھلوں کی مصنوعات
بنانے والا
سب سے بڑا ادارہ

Shezan International Ltd., Lahore-Karachi.

adcom 111-89